© rasailojaraid.com

# مکتوب: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی (لندن)

برادر محترم جناب سید کفیل شاہ بخاری، مدیر ''نقیب ختم نبوت'' ملتان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

ممنون ہوں کہ '' نقیب'' ایسی پابندی کے ساتھ برس ہابرس سے ملتا ہے، جیسے اپنے باضابطہ خریداروں کو جاتا ہوگا۔ جولائی کے شمارہ میں حسین میر کاشمیری صاحب پر مضمون نے مرحوم کا وہ '' خطبہ'' یاددلادیا جو مجھے تیرہ چودہ سال کی عمر میں سن کر نقش ہوگیا تھا۔ ''الحمد للہ لگاڈسیو دی کنگ ایمپرر، الذی استوی عرائہ البکنگھم والوڈ نسر......'' عجیب ظرافت و ذہانت کا نمونہ تھا۔ مضمون نے موصوف سے بھرپور تعارف بخش دیا اور شخصیت، کا جو فی الجملہ تصور خطبہ سے تھا۔ اس کا رنگ شوخ سے شوخ تر ہوگیا۔ اللہ مغفرت کرے خوب آدمی تھے۔

یہ جولائی کے شمارے کا ایک افادہ ہوا، مگر اسی کے پہلو بہ پہلو ایک ''سانحہ'' سا بھی اِس مضمون میں نظر آیا ہے جو ''خود فریبی'' کے عنوان سے آپ نے چھاپا ہے۔ کم از کم پانچ چھے سال کی بات ہے کہ '' جنگ'' لندن کے ایک مراسلے میں کشمیر کے حوالے سے ''عصمتوں کی قربانی'' کی ترکیب دیکھنے میں آئی اور سر چکرا گیا کہ یا اللہ '' قربانی'' کے مفہوم سے تو جو بے خبری تھی وہ تھی، عصمت کے لفظ نے بھی ہاتھ نہ پکڑا کہ میاں کیا غضب ڈھا رہے ہو! اس پر ایک مراسلہ '' جنگ'' کو لکھا۔ اور شکر ہے کہ اس کے بعد سے '' جنگ'' کے کسی مراسلے یا کسی بیان میں ''عصمتوں کی قربانی'' کی مکروہ ترکیب دیکھنے میں نہ آئی۔ یہاں ایک ہفتہ وار ''نیشن'' کے نام سے نکلتا ہے، کبھی کبھی دیکھنے آجاتا ہے۔ ادھر کچھ دن ہوتے ہیں (سال ڈیڑھ سال ضرور ہوگیا) کہ اس میں کسی زید، عمرو بکر کے قلم سے نہیں، جماعت اسلامی کے سید منور حسن صاحب سے منسوب بیان میں یہی '' قربانی'' دوبارہ پڑھنے میں آئی۔ یہاں ان کے اہلِ تعلق میں سے ایک مہربان کو میں نے '' جنگ'' والے قصہ کے حوالے سے توجہ دلائی کہ وہ مراسلہ نگار تو اللہ جانے اردو کتنی جانتا تھا اور اس کے دینی وثقافتی شعور کی سطح کیا تھی؟ مگر سید صاحب کے بارے میں تو کوئی ایسی توجیہ ان کی توہین ہوگی۔ اب اگر کوئی اور اچھی توجیہ آپ کے ذہن میں آتی ہو تو آپ میری مدد فرمائیں ورنہ سید صاحب کی خدمت میں میرا یہ استعجاب پہنچادیں۔ موصوف نے مجھے جواب دیا تھا کہ واقعی یہ ترکیب نامناسب ہے اور یہ کہ وہ سید صاحب کو میری بات پہنچا رہے ہیں۔ مگر یہ کہانی یہیں پر ختم ہوگئی، مجھ تک کوئی جواب نہ آیا۔ تیسری بار یہ حادثہ '' جنگ'' کے معروف و مؤقر کالم نگار جناب ارشاد احمد حقانی کا ایک حالیہ کالم پڑھتے ہوئے گزرا۔ انہوں نے پاکستان کے موجودہ حالات اور مشرف صاحب کی پالیسیوں کے سلسلے میں اپنے ایک قاری کا مراسلہ نقل کیا تھا، ان صاحب نے کشمیر کے حوالے سے یہی ترکیب دہرائی تھی۔ میرے تعجب کی حد نہ رہی کہ ارشاد صاحب نے بھی اس مکروہ ترکیب کو بلا نوٹس جانے دیا! یہ کیسا ستم ہو رہا ہے کہ اچھے اچھے لوگ ''عصمتوں کی قربانی'' پر راضی ہیں! دل نہ مانا ایک مؤدبانہ عریضہ ان کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ ان کا فیکس کام نہیں کر رہا تھا۔ '' جنگ'' لندن کے فیکس کو ذریعہ بنایا۔ اب اللہ جانے عریضہ آگے نہیں بڑھایا کیا ہو؟ میری توقع پوری نہ ہوئی، اب یہ چوتھی بار ہے


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ آپ کو اسی سلسلے میں نقیب کے حوالے سے لکھنا پڑ رہا ہے۔ اور یہ ''حادثہ'' سابقہ تینوں ''حادثوں'' سے اس لئے بہت بڑھ کر ہے کہ خانوادۂ احرار سے بڑھ کر کون اس حقیقت کا راز دار ہو سکتا تھا ''قربانی'' وہ نقصان ہے جو ''آمادگی'' کے ساتھ اٹھایا جائے اور آمادگی بدرجۂ تمنا ہو تب تو اس قربانی کا کیا ہی پوچھنا؟ حدیث شریف در بارۂ جہاد و شہادت ہے:...... ''لوددت ان اقتل ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل'' اسی کو غالب نے کہا ہے:

عشرتِ قتل گہِ اہل تمنا مت پوچھ
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عُریاں ہونا

احرار اور خاص طور سے خانوادۂ بخاری کے بارے میں اپنا یہ حُسنِ ظن اور اس کے ساتھ ''نقیب'' میں کشمیری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزتیں اور عصمتیں لٹ جانے کے لئے ''عزتوں اور عصمتوں کو قربان کرنے کی تعبیر! یقیناً! آپ معاف کر دیں گے اگر زبان پہ بے اختیار آ جائے کہ ''وائے گر پسِ امروز بود فردائے!''

تقریباً دس برس پہلے جب پہلی بار کشمیر میں عصمت دری کے واقعہ کی خبر پڑھی تو میں نے یہاں کے اپنے (انڈین) ہائی کمشنر کو لکھا کہ اگر اس سلسلے کی روک تھام نہ کی گئی تو کشمیر فلسطین بنے گا۔ بعد میں جب واقعات بڑھتے گئے تو میں سوچنے لگا کہ اہلِ کشمیر کو اس مسلح جنگ آزادی کا کیونکر روادار رہنا چاہیے، جبکہ اس کی قیمت انہیں صرف اپنے خون ہی سے نہیں اپنی بیٹیوں کی آبرو سے بھی دینا پڑ رہی ہے؟ وہ آزادی کس کام کی ہوگی جس کی خرید میں اپنی آبرو بھی جا چکی ہوگی! کچھ ہی دنوں کے بعد وہ ایک کشمیری مراسلۂ ''جنگ'' میں پڑھا جس میں ان واقعات کو قربانی کا قابلِ فخر نام دے دیا گیا تھا۔ مگر اسے میں نے مراسلہ نگار کی کم علمی اور کم فہمی پر محمول کر لیا۔ لیکن اس کے بعد کے جو ''حادثات'' میں نے گنائے ہیں وہ تو یہ سمجھ لینے پر مجبور کر رہے ہیں کہ اس نقصانِ آبرو کو بھی فی الواقع قربانی ہی سمجھ لیا گیا ہے، جس پر حصولِ آزادی کی خاطر راضی ہونا چاہیے۔ سنا تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے جب اپنے ناقدین کی سزا یہ مقرر کر دی کہ اگر وہ باز نہیں آتے تو ان کی بہو بیٹیاں اٹھوا لی جائیں۔ اور اس تانا شاہی کی زد میں قبیلۂ احرار کے شورش کاشمیری (مرحوم) بھی آ گئے تو انہوں نے اپنی ساری زندگی کے ''آئینِ جوانمردی'' کو بہو بیٹیوں کی آبرو پہ قربان کر دیا اور بھٹو کے بارے میں زبان بندی قبول کر لی۔ کیا اُسے ''روباہی'' سمجھا جائے؟

آپ نے ''الفرقان'' میں میرے قلم سے اداریہ دیکھ لیا ہوگا، جس کی دوسری قسط آئندہ ماہ میں ان شاء اللہ آ رہی ہے۔ اس کے آخر میں میں نے لکھا ہے کہ بہت سے محبین کی ناراضگی کا خطرہ ہے۔ اور یہ لکھتے ہوئے حلقۂ احرار بھی ذہن میں تھا۔ مگر جان بوجھ کر یہ خطرہ آخری عمر میں صرف یہی دیکھ کر مول لیا ہے کہ جن الفاظ کے عملی جامہ سے امت کی آبرو تھی، وہ امت کی بدعت طرازیوں کے ہاتھوں اپنی آبرو کھوتے چلے جا رہے ہیں۔ الغرض قربانی کے سلسلے کی میری اس گزارش میں کچھ وزن نظر آئے تو اس کو اپنی تائیدی آواز کا وزن بھی دیجئے، کہ اس معاملے میں آپ کی ضرور سنی جائے گی۔ والسلام

خیر اندیش عتیق الرحمٰن سنبھلی

(لندن)



© rasailojaraid.com